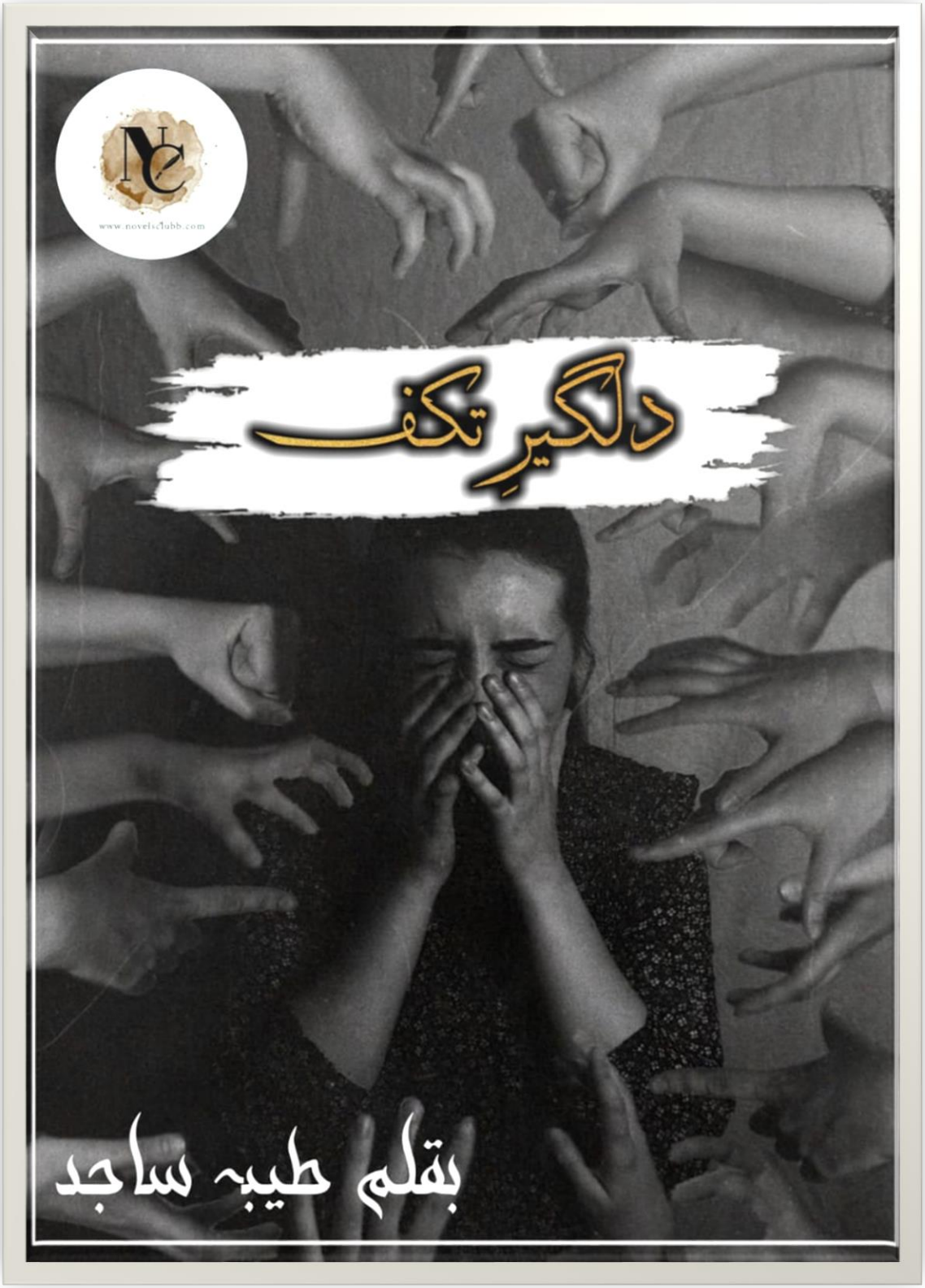
دلگیرِ تکف
بقلم طیبہ ساجد

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دلگیرِ تکف

از طیبہ ساجد

www.novelsclubb.com

انتساب:

معاشرے میں موجود ان تمام بچوں کے نام جو چائلڈ ٹراما سے

کا شکار ہیں۔

www.novelsclubb.com

آغاز:

وہ اس دنیا میں رہنا چاہتا تھا

وہ اس دنیا سے جانا چاہتا تھا

وہ چاہتا تھا۔۔۔۔

وہ کسی ایسی جگہ جائے

جہاں اسے تو سب دیکھیں

لیکن وہ کسی کو نا دیکھ پائے

جہاں ڈھلتے سورج کی روشنی ہو

جہاں بدلتی شام کی سُرخی ہو

جہاں موت کا شور ہو اور

www.novelsclubb.com

جہاں جان کنی کے بعد کا سکون ہو

جہاں دیدارِ عالم ہو

جہاں وہشتِ تنہائی ہو

وہ کیا چاہتا تھا

وہ یہ جاننا ہی نہیں چاہتا تھا

کیونکہ اس کی چاہ کے آگے

صرف اندھیرا تھا! سیاہ اندھیرا!

www.novelsclubb.com

آسمان کی سیاہی ہر سو پھیلی تھی۔ سیاہ تاریک آسمان پر بادلوں کا راج تھا۔ جن میں

سے تارے وقفے بعد جھانکتے دیکھائی دیتے تھے۔ گہری پُر مہیب خاموشی میں چند لمحے بعد کسی جانور کی آواز سنائی دیتی۔ جو کسی بھی مضبوط اعصاب کے مالک انسان کو بھی جھنجھوڑنے کیلئے کافی تھی۔

شہر سے کچھ دور یہ ایک بیاباں سا جنگل تھا۔ جہاں اس وقت گہرا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ جنگل کے اختتام پر یہ ایک بڑا سا بنگلہ تھا۔ جس کے سلاخ دار اونچے دروازے اس وقت بند تھے اور باہر بیٹھے دو چوکیدار آپس میں ہلکی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ رات کے اس وقت بنگلے کے پچھلی طرف کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو سامنے سٹڈی ٹیبل پر رکھی ڈائری پر جھکی وہ لیمپ کی روشنی میں ہاتھ میں پکڑے قلم سے ڈائری پر کچھ لکھتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"یااللہ کبھی کبھی میں ڈر جاتی ہوں۔ کچھ برا ہونے سے ڈر لگتا ہے۔ لوگوں کے رویوں کا برا اثر لینے سے ڈرتی ہوں۔ اپنے رویے کی شدت سے ڈر جاتی ہوں۔

ہاں۔، میں ڈر جاتی ہوں لوگوں کو لگتا ہے سب سیٹ ہے۔ سب اپنی جگہ خوش ہیں لیکن نہیں۔ مجھے اندر سے بہت ڈر لگتا ہے۔ خوف آتا ہے۔۔۔۔"

وہ خاموشی سے لکھتی جا رہی تھی اور اس کے ارد گرد سکوت تھا۔ کمرے کی فضا میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا۔ ایک اداس سی خاموشی تھی۔ ایک ایسا اندھیرا تھا جس میں اسٹڈی لیمپ بامشکل روشنی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بالکل سامنے بنی کھڑکی سے سامنے جنگل کا منظر نظر آ رہا تھا۔ جو اس وقت طبیعت پر ایک خوبصورت تاثر چھوڑ رہا تھا۔ خاموشی اور اندھیرے کے ساتھ ساتھ، خوبصورت درخت اور زمین سے دو انچ اوپر ابھری گھاس اس منظر کا حصہ تھی۔

"لوگوں کے اس جھنڈ میں رہتے رہتے میں نے سیکھ لیا ہے کہ ہم ہر کسی پر اپنا خوبصورت تاثر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم جتنا بھی پرفیکٹ رہنے کی کوشش کر لیں لیکن لوگوں کو ہماری ذات سے منسوب کسی نہ کسی بات پر اعتراض ضرور ہوتا ہے اور کبھی کبھی ہم اس اعتراض کو سہنے کی ہمت نہیں کر پاتے۔ ہم ٹوٹ جاتے ہیں، بکھر

جاتے ہیں اور ستم یہ کہ ان حالات میں ہمیں سمیٹنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ ہمیں اس فیز سے، ان باتوں کے اثر سے خود باخود نکلنا ہوتا ہے۔ اس دورانیے میں ہمارا بہترین رہنما ہمارا اپنا وجود ہوتا ہے۔ یہ وقت ہمارا امتحان ہوتا ہے اور میں اس امتحان سے نکلنے کی کوشش کرتی ہوں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتی ہوں لیکن میرا وجود جس سے جڑا ہے وہ یہ سب سہہ نہیں پاتا۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں لیکن شاید وہ اس سب سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ اس پر لوگوں کی باتیں اثر انداز ہونے لگی ہیں۔ وہ جھٹک نہیں پاتا۔ وہ۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بہت انہماک سے لکھ رہی تھی۔ ایک دفعہ بھی اس کا تسلسل ٹوٹا نہیں تھا۔ ایک دفعہ بھی اس نے رک کر اپنے پٹھوں کو آرام پہنچانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ گردن کو ہلانا جھلانا اس کی تھیراپی نہیں تھی۔ اس کی تھیراپی لکھنا تھا اور وہ لکھ رہی تھی۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایسے ہی لکھتی تھی۔ ارد گرد سے بے خبر۔ بڑھتے ہوئے وقت کے احساس سے بے خبر۔ اپنے سامنے موجود اس مصورِ کائنات کی دیکھائی گئی

خوبصورت تصویر سے بے خبر۔اس نے ایک بار بھی گردن اٹھا کر اس منظر کو نہیں دیکھا تھا۔وہ لکھتی جا رہی تھی کیونکہ موضوع گفتگو اس کی زات سے ہٹ چکا تھا۔وہ کسی اور کی زات پر منتقل ہو گیا تھا اور جس پر منتقل ہوا تھا وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔کھڑکی سے باہر رات قطرہ قطرہ کر کے پگھلتی جا رہی تھی۔

.....

آسمان پر چاند کے ساتھ ساتھ تارے بھی چمکتے دیکھائی دے رہے تھے۔موسم حبض آلود تھا جو اگست کی آمد کی نوید سنا رہا تھا۔

ایسے میں رات جب اس درمیانے علاقے کے اس چھوٹے سے صحن والے گھر پر اتری تو اس گھر کی تمام روشنیاں جل اٹھیں۔صحن سے آگے چھوٹا سا برآمدہ عبور کر کے اندر ایک چھوٹا سا خوبصورت لاؤنج تھا۔جہاں اس وقت وہ دونوں سائیڈ پر دیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھیں،بہت انہماک سے ٹی۔وی دیکھنے میں

مصروف تھیں۔ان کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔البتہ دائیں طرف والے کمرے سے کسی کی مسلسل آوازیں آرہی تھیں جو کچھ یوں تھیں۔

"بس سلمیٰ باجی آج کل کے لوگوں کو کون سمجھائے۔کسی کے گھر کے حالات کیا ہیں۔۔۔۔۔"

وہ شاید باہر بیٹھے بچوں کی امی تھیں جو مسلسل بول رہی تھیں لیکن ان کی آواز کا باہر والوں پر کوئی خاص اثر نہیں پڑ رہا تھا۔وہ یہ سب سننے کے عادی تھے۔

اس ماسٹر روم کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا دروازہ اور لائٹ دونوں ہی اس وقت بند تھے۔لاؤنج کے دائیں طرف بنے کچن سے مسلسل ہلکی پھلکی برتنوں کی آواز آرہی تھی۔اندر کا منظر کچھ یوں تھا کہ وہ سیاہ سلکی بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے لڑکی چولہے کے سامنے کھڑی تھی۔اس لڑکی سے ملتا جلتا، تھوڑا اونچے قد کا لڑکا اس کی طرف پشت کئے برتنوں والے سٹینڈ میں سے برتن نکال رہا تھا۔

دوسری طرف ایک ہاتھ سے توے کی مٹھ اور دوسرے ہاتھ میں چمٹا پکڑے وہ بس

یک ٹک سی چولہے پر چلتی آگ پر پھولتی روٹی کو دیکھ رہی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔اس نے ہلے بنا اپنے بھائی کو آواز دی۔وہ اس طرح ساکت کھڑی تھی جیسے اگر ہلی تو کچھ بہت بُرا ہو جائے گا۔۔۔

"آبی،آبی۔۔دیکھو،۔۔"

اس کی اچانک پُر جوش سی آواز سن کر وہ مڑا اور چولہے کی طرف بڑھا پھر اپنی بہن کے چہرے کو دیکھا جو خوشی سے چمک رہا تھا۔وہ چہرہ،وہ مسکراہٹ اس کیلئے بہت عزیز تھی۔

"آبی،دیکھو۔میری روٹی پوری پھولی ہے۔۔۔"

اس کی آواز میں زمانے بھر کی خوشی تھی۔

"دعا،حرم ادھر آؤ۔دیکھو میری روٹی آج پہلی بار پوری پھولی ہے۔۔"

وہ خوشی سے اونچی آواز میں اپنی دوسری بہنوں کو بلا رہی تھی جن کے کانوں پر شاید جو بھی نہیں رینگی تھی اور پھر چند لمحے ہی گزرے تھے جب اس نے پھولی ہوئی

روٹی کو توے سے اتار کر روٹی والے رومال میں رکھا۔اس کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ تھی جیسے یہ اس کیلئے دنیا کا انوکھا کام تھا لیکن اب وہ دوسری روٹی بیلنے میں مصروف ہو چکی تھی۔آبان ابھی بھی اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھ رہا تھا جو بس ہلکی سی وجہ کی منتظر تھی۔

آبان کیلئے اپنی بہن ایک آئیڈیل تھی۔جو اس کے خیال میں ہمیشہ مثبت سوچتی تھی۔اس کے پاس ہر مشکل کا حل صرف چہرے پر مسکراہٹ سجانا تھا۔اس نے اپنی انیتس سالہ زندگی میں کبھی اس کے چہرے پر ناامیدی نہیں دیکھی تھی۔اگر وہ ناامید ہو بھی جاتی تو بہت خوبصورتی کے ساتھ اپنے تاثرات چھپا لیتی۔

بچپن سے ہی وہ تاثرات چھپانے میں ماہر تھی اور وہ اس معاملے میں اس کے برعکس تھا۔اپنے سے چار سال چھوٹی بہن کے مقابلے میں وہ ہمیشہ تاثرات چھپانے کا چور رہا تھا۔

"روٹی نہیں بنی ابھی تک۔۔۔"

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جب دعا نے کچن کے دروازے میں آتے ہوئے کہا۔اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔وہ چونکا۔پھر نظروں کا رُخ موڑ کر کچن کے دروازے میں کھڑی اپنی ایک اور بہن کو دیکھا۔

"ہاں بس بن گئی ہے۔"

وہ یک دم ہی سنجیدہ ہوا تھا۔کہتے ہوئے وہ دوبارہ برتن الٹ پلٹ کرنے لگا۔جب اس نے دعا کی آواز سن کر اپنا چہرہ موڑا۔

"تمھیں پتہ ہے۔آج میری روٹی پوری پھولی ہے۔۔"

وہ بچوں کی طرح خوشی سے بتا رہی تھی۔اس نے ایک بے زار نظر اپنی بہن پر ڈالی اور ہاتھ جھلا کر بے زاریت بھرے لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"بڑی ہو جاؤ۔خدا کا واسطہ ہے اور کھانا لگاؤ۔ہمیں بھوک لگی ہے۔۔"

کہتے ہوئے وہ مڑ گئی۔اس کا دل ڈوب کر ابھرا لیکن وہ جلد ہی سنبھل گئی۔

کچھ دیر بعد لاؤنج میں قدرے ایک طرف سیٹ کئے کھانے کے میز پر بیٹھے وہ سب

کھانا کھا رہے تھے۔ سربراہی کرسی پر آمنہ بیگم بیٹھی تھیں۔ان کے دائیں طرف وہ دونوں بہن بھائی جبکہ بائیں طرف وہ دونوں بہنیں بیٹھیں تھیں۔سب رغبت سے کھا رہے تھے جب اس نے کھانے سے ہاتھ روک کر چہرہ اٹھایا اور سربراہی کرسی پر بیٹھی اپنی ماں کو دیکھا۔

"امی مجھے آپ کو بتانا تھا کہ میرا یہ سمسٹر کمپلیٹ ہونے والا ہے۔۔۔اگلے ہفتے میں میرے فائنلز ہیں۔۔"

"ہمم، پھر۔۔"

وہ کھانا کھاتے ہوئے بولیں۔باقی سب بھی کھانے میں مصروف رہے۔

"تو مجھے نیکسٹ سمسٹر کی فی کیلئے آپ سے پیسے چاہیے ہوں گے۔۔"

www.novelsclubb.com

"کیوں۔۔ٹیوشن فی۔۔؟"

اب کے انہوں نے رک کر اسے دیکھا۔ان کی بھوری آنکھیں اس کے چہرے پر اٹک سی گئیں۔وہ زیادہ عمر کی نہیں لگ رہی تھیں۔چہرہ بھی ابھی جھڑیوں سے

پاک تھا۔وہ دیکھنے میں جاذب نظر لگتی تھیں۔

"امی،وہ وردہ کی بہن کی شادی ہے۔اس نے مجھ سے ادھار مانگا تھا۔میں نے اسے دے دیااور میری سیونگز اتنی نہیں ہیں کہ فیس ادا ہو سکے۔۔"

وہ کھانے سے ہاتھ روک چکی تھی جیسے سیر ہو چکی۔آمنہ بیگم نے پہلے اسے دیکھا پھر گہری سانس بھرتے ہوئے بولیں۔

"ہاں ٹھیک ہے۔مجھ سے لے لینا۔کچھ پیسے ہوں گے میرے پاس۔۔"

"اگر نہ ارینج ہوئے تو مجھ سے کہہ دینا۔منع نہیں کروں گا۔تمھارا ہی بھائی ہوں۔۔"

آخری نوالہ منہ میں ڈال کر وہ اتنا کہتے ہوئے رومال سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔اتنے سب میں وہ دونوں تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھیں۔

"نہیں آبی،میں وہ بہن نہیں ہوں جو اپنے بھائی کی کمائی پر گزارہ کرے۔۔۔"

اس نے تڑپ کر آبان کی طرف دیکھا۔بس اسی وجہ سے وہ کبھی پیسوں کے معاملے

میں نہیں بولا تھا۔

"تمھاری جتنی تنخواہ گھر کے خرچے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔وہ بہت ہے۔۔"

"پھر بھی، کہانا تمھارا بھائی ہوں۔اپنے پیسے تم پر خرچ کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو گی۔۔۔"

اتنا کہہ کر رومال سے منہ تھپتھپاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اللہ حافظ امی۔اب کام کروں گا۔ایمی چائے میرے کمرے میں لے آنا۔۔"

پہلی بات سر کے خم سے اپنی ماں کو کہتے دوسری بات اسے کہتے وہ رُکا نہیں تھا۔

آبان کو نوکری کرتے ہوئے چار سال ہونے کو تھے لیکن وہ کبھی بھی اس سے پیسے نہیں لیتی تھی۔ میٹرک کے بعد اس نے گھر میں ٹیوشن دینا شروع کر دیا تھا۔جہاں سے وصول ہوئی رقم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کافی تھی۔ لیکن وہ آبان سے ایک پیسہ نہیں لے گی۔آبان کے جاتے ہی اس نے سوچا جب۔۔۔

"منع نہیں کروں گا تمھارا ہی بھائی ہوں۔۔۔"

اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تو اس نے سامنے دیکھا جہاں حرم آبان کے انداز میں بول کر اب سر جھٹک رہی تھی۔ پھر وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"جس طرح خدا نے انہیں بس ایک ہی بہن دی ہے۔ پیسے بھی بس اسی کیلئے نکلتے ہیں۔۔"

"ایسی بات نہیں ہے حرم۔۔۔"

وہ بہت تحمل سے بولی لیکن غصے میں اس کی دوسری دونوں بہنیں اپنے بھائی کے سارے احسان بھول جاتی تھیں۔

"میں نے کبھی اس سے پیسے نہیں لئے۔۔"

"ہاں جانتی ہوں۔ بس کرو۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تم دونوں بہن بھائی نہیں۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس سے پہلے وہ جملہ مکمل کرتی یا وہ خود ہی اسے ٹوکتی آمنہ بیگم نے اونچی آواز میں مداخلت کی۔

"بس کرو حرم۔ بڑا بھائی ہے تمھارا۔۔"

حرم کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ماں کی اونچی آواز پر حیران ہوئی۔اسے شدید غصہ آیا۔

"بڑے بھائی۔۔۔"

سر جھٹک کر کہتے ہوئے وہ پیر پٹختی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایسے نہیں ہوتے بڑے بھائی۔۔"

اس نے غصے سے چھوٹے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"صرف اسے کہہ گئے کہ تم پر پیسے خرچ کروں گا۔خود غرض ہیں بہت۔صرف مطلب کیلئے ہمیں بلاتے ہیں۔ان کی اسی عادت کی وجہ سے ابا بھی ہمیں چھوڑ کے چلے گئے۔انہوں نے ہمیں کبھی بہنیں نہیں سمجھا۔۔۔"

آخری بات پر اس کے چہرے پر، دکھ تکلیف ہر تاثر ابھرا۔وہ چیخ کر کہنا چاہتی تھی کہ تم لوگوں نے کبھی اسے بھائی نہیں سمجھا۔لیکن کسے کہتی، وہاں پرواہ کسے تھی۔

حرم وہاں سے چلی گئی اور کچھ دیر بعد دعا بھی کھانے کے برتن سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کسی نے خاص ردِ عمل نہیں دیا۔ کیونکہ ان کیلئے یہ معمول بن گیا تھا۔

جب سب چلے گئے تب وہ اٹھی اور سیدھی چھوٹے کمرے کی طرف بڑھی۔ ناب پر ہاتھ رکھ کر اس نے گہری سانس لی۔ وہ جانتی تھی اندر کا منظر کیا ہونے والا تھا۔ اس نے ناب گھما کر دروازہ کھولا۔

اور اندر کا منظر توقع کے عین مطابق تھا۔ کمرے میں صرف چاند کی روشنی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔ نیم اندھیر کمرے میں بھی وہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ بیڈ کے ایک طرف کانوں پر ہاتھ رکھ کر گھڑی بنے مسلسل ہل رہا تھا۔ چہرہ گھٹنوں میں دے رکھا تھا اور ٹانگیں ڈر کر کسی بچے کی طرح سینے سے لگا رکھی تھی۔ وہ اندر کی طرف بڑھی لیکن اس کی حالت میں فرق نہیں آیا۔ وہ بیڈ کے پاس پہنچی اور آگے بڑھ کر اس کا سر اپنے ساتھ لگایا۔

نہ وہ ڈرا نہ چونکا۔ جیسے وہ جانتا تھا ان حالات میں صرف وہی اس کے پاس آئے گی۔

اس نے کسی بچے کی طرح اس کے گرد اپنے بازو حائل کر لئے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کا سر تھپکنے لگی۔ پھر کمرے کی خاموش فضا میں اس کی آواز گونجی۔ ایک ایسی آواز جو اس کمرے میں موجود مرد کیلئے اندھیرے میں چراغ کا دیا ثابت ہوتی تھی۔

"آبی تم نے ابھی باہر کچھ نہیں سنا۔ ابھی باہر کچھ نہیں ہوا۔ وہ سب بس اپنی باتیں کر رہے تھے۔ حرم اپنی کوئی بات بتا رہی تھی۔۔۔"

وہ جیسے اسے بہلا رہی تھی۔ اس کی بات پر اس نے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پر ڈر تھا۔ وہ کہیں سے بھی ایک انتیس سالہ مرد نہیں لگ رہا تھا۔

"ارمش، واقعی ایسا ہی ہے نا۔۔۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ وہ اس کا پورا نام تبھی لیا کرتا تھا جب اس طرح کی کوئی بات ہوتی۔ ورنہ وہ اسے 'ایمی' بلاتا تھا۔ ارمش نے پیار سے اس کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹائے۔

"ہاں جی ایسا ہی ہے۔ اب رکو۔ میں تمھارے لئے چائے لاتی ہوں۔۔"

www.novelsclubb.com

پیار سے اس کا گال تھپک کر وہ دوبارہ چلی گئی۔ پیچھے وہ اکیلا رہ گیا۔ وہ جانتا تھا یہ آسان نہیں ہے۔ لیکن اسے کرنا تھا۔ ابھی اسے خود کو نارمل کرنے میں کچھ وقت لگنا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

"آبان سر، مسٹر عارف کی کال ہے۔ ہی وانٹ ٹو ٹالک وِدیو۔۔"

منیب نے دروازے کی درز سے جھانک کر کہا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ بُری

طرح لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرنے میں مگن تھا۔جب اسے یہ آواز آئی۔وہ اس وقت خوبصورتی سے آراستہ کئے اپنے چھوٹے سے آفس میں بیٹھا تھا۔آفس میں سینٹرل ٹیبل اور ڈبل صوفے کے علاوہ،اس کے بیٹھنے کیلئے راکنگ چیئر جو کہ آفس میں سربراہی کرسی کا کام سرانجام دے رہی تھی اور اس کا ورکنگ ٹیبل تھا۔

جس پر اس وقت لیپ ٹاپ،چند فائلز کے ساتھ موبائل،بائیک کی چابیاں،کافی کا مگ اور ایک خوبصورت سا فریم رکھا تھا۔جس میں ایک دس سالہ بچہ اپنے باپ کی انگلی پکڑے چل رہا تھا۔وہ کسی پارک کا منظر تھا۔تصویر پیچھے سے لی گئی تھی۔

"میں اپنے کام میں بزی۔۔۔۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے منیب کو سمجھانا چاہا۔وہ اس وقت کسی سے بات کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا کیونکہ اسے بہت کام تھا۔اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتا منیب سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر گیا۔وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے گہری سانس لے کر گردن دائیں بائیں ہلانے لگا۔پٹھوں کو تھوڑا آرام پہنچا۔یہ اس

کے ورکنگ آوور تھے اور وہ اپنے کام کے بارے میں کافی ٹچی تھا۔

وہ دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھکتے ہوئے لکھنے لگا جب اچانک اس کی نظر اس فریم پر پڑی۔

اس کے ہونٹوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔اس کا باپ۔اس کی زندگی کا کل اثاثہ۔ لیکن اب وہ ان کی زندگی میں نہیں تھے۔

فریم کو دیکھتے ہوئے ایک ایسی یاد اس کے ذہن کے پردے پر لہرائی جو اسے بھولتی ہی نہ تھی۔ یک دم وقت کی کایا پلٹی، جگہ بدلی۔ ہواؤں کا رُخ بدلا اور وقت بہت برس پہلے ایک شام، پارک کے منظر میں جا پہنچا۔ یوں جیسے فریم میں لگی تصویر نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہو۔

اِرد گرد ہریالی ہی ہریالی تھی۔ بچے کھیلتے کودتے دیکھائی دے رہے تھے۔ کچھ لوگ شام کی سیر پر نکلے تھے۔ مختصر وہاں شام ایک بھرپور زندگی لئے اتری تھی۔

"ابو آپ میرے سب سے اچھے دوست ہیں۔۔۔"

وہ ان کی انگلی پکڑے چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہریالی کے درمیان بنی پتھریلی روش پر

وہ دونوں چلتے جا رہے تھے اور وہ جانتا تھا اس خوبصورت منظر کو کس نے اپنے کیمرے میں پیچھے سے قید کیا تھا۔اس کی بات پر محفوظ ہوتے ہوئے انہوں نے ہنکارا بھرا۔

"آہاں۔۔۔۔"

وہ زیادہ تر سنجیدہ ہی رہتے تھے۔اپنی ہوش میں اس نے انہیں بہت کم مسکراتے ہوئے دیکھا تھا لیکن پھر بھی اسے اپنا باپ بہت عزیز تھا۔وہ جیسے بھی تھے، جیسا بھی رویہ رکھتے تھے لیکن اسے اپنا باپ عزیز تھا۔اس سے آگے کی گفتگو وہ چاہتے ہوئے بھی یاد نہ کر سکا۔بلکہ وہ ہمیشہ ہی نہیں کر پاتا تھا۔یہ گفتگو اس کے اور اس کے والد کے درمیان ہوئی زندگی کی وہ واحد گفتگو تھی جس میں اس کے باپ نے بہت کھل کر بات کی تھی۔وہ تب آٹھ، نو سال کا تھا لیکن اسے آج بھی اس گفتگو کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔لیکن وہ زہن میں بہت کم لاتا تھا۔

واپس حال میں آؤ تو وہ اس ایک جملے کو یاد کر کے کب کا کام میں مصروف ہو چکا تھا۔

اس منظر کو دیکھ کر اس کی سوچوں کی سرحد بس یہیں تک تھی۔وہ ایک جملہ !

انشورنس کمپنی کے ایک ڈیپارٹمنٹ میں وہ مینیجر کی پوسٹ پر تھا۔اس کے نیچے بہت سے ورکرز کام کر رہے تھے۔اس کا کام صرف ڈیٹا ٹائپنگ تھا۔اس کو یہ جاب بھی صرف ٹائپنگ بیس پر ملی تھی۔اس کو ایک منٹ میں مخصوص الفاظ لکھنے کا ٹاسک دیا گیا تھا۔جسے مکمل کرنے پر وہ اس کرسی کا اہل قرار پایا تھا۔اس وقت بھی وہ کھٹا کھٹ ٹائپ کرنے میں مصروف ہو چکا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

دوپہر میں اس جنگل کا منظر مزید حسین لگ رہا تھا۔ لمبے ٹہنی دار درخت رات کے مقابلے میں اور بھی اونچے اور آسمان کو چھوتے محسوس ہو رہے تھے۔ سورج کی ہلکی اور ٹھنڈی کرنیں ٹہنیوں اور ہلکی ہلکی گھاس پر ترچھی پڑتی دیکھائی دے رہی تھیں۔ جنگل کے اختتام پر وہ قصر اپنے پورے قد سے کھڑا تھا۔ دور سے وہ پریوں کا بنگلہ لگتا تھا کیونکہ بنگلے کے سلاخ دار دروازے پر چوکیدار روزانہ تازہ اور نئے سفید پھول لا کر لٹکاتا تھا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے وہ قصر بنجر اور ویران سا لگتا تھا۔

جیسے اس بنگلے کے مکینوں کو، اس کی ظاہری حالت کو خوبصورت بنانے کا زیادہ شوق نا تھا۔ بنگلے کے عین سامنے اس کچی پکی سڑک پر سیاہ مرسڈیز کھڑی تھی۔ بنگلے کے اندر اس پرانے سے طرز کے بنے ہوئے چھوٹے سے لاؤنج میں وہ آتش دان کے قریب سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔ ٹانگیں سامنے ٹیبل پر رکھے آرام دہ انداز میں بیٹھی، وہ سامنے کھلی رکھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس سے کچھ دور لکڑی کے ٹیبل کے پاس نیچے قالین پر وہ سات آٹھ سالہ بچی بیٹھی اپنی ڈرائینگ بک میں کلر بھر

رہی تھی۔سلیولیس فراک پہنے، بالوں کو بے بی کٹنگ میں کٹوار کھا تھا۔۔دفعتاً کچھ یاد آنے پر اس نے سر اٹھایا۔احتیاطی طور پر گردن موڑ کر دروازے کو دیکھا پھر آہستہ آواز میں بولی۔

"پھو پھو۔۔۔"

وہ فوراً چونکی پھر کتاب سے توجہ اس کی طرف مبزول کرتے ہوئے بولی۔

"جی سٹار۔۔۔"

اور جیسے کبھی اس کے بھائی نے اسے نام سے نہیں پکارا تھا اسی طرح اس نے بھی اس کے بچوں کو کبھی نام سے نہیں پکارا تھا۔اس کے متوجہ ہونے پر اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اسے اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"میری بات سنیں۔قریب آکر۔۔۔"

جس معصوم انداز میں وہ اسے بلا رہی تھی وہ ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی اتر آتی۔

کتاب کو بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے وہ اس کے ساتھ قالین پر آ بیٹھی۔

آتش دان کے ساتھ بنی وہ پچھلی کھڑکی باہر کا منظر دکھا رہی تھی۔دوپہر کے وقت بھی دور دور تک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"پھوپھو، آج پھر بابا، ماما پر چیخ رہے تھے۔۔۔"

اور اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ایک بار پھر! لیکن خود پر قابو پاتے ہوئے وہ اس کے چہرے پر سے بال ہٹاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"سٹار، صرف آپ نے دیکھا یاں سب نے۔۔"

"پھوپھو، سب نے۔بھائی، میں اور نیچے سے کرائے دار بھی آ گئے تھے۔انہیں لگا لڑائی زیادہ ہو گئی ہے۔۔"

وہ بڑی رازداری سے بات رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا چلو کوئی بات نہیں۔نیکسٹ ٹائم آپ نے کمرے میں چلے جانا ہے جب ایسا کچھ ہو۔۔۔اوکے؟"

اس نے بچی کا سر تھپک کر کہا تو اس نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔پھر کچھ

سوچنے لگی۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔بچوں کے زہن پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔

"پھو پھو،ایک اور بات بتاؤں۔۔۔"

اب کے اس کے لہجے میں جھجھک کے ساتھ ساتھ ایک ڈر بھی تھا۔

"جی جی،سٹار بتاؤ۔۔"

اس نے پیار سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا۔وہ نہیں چاہتی تھی چھوٹے بچوں کے زہن میں کوئی ڈر بیٹھے۔

"وہ بعد میں ماما خود ہی بھائی کو لے کر سامان لینے چلی گئیں تو بابا بھی اپنے کمرے میں چلے گئے۔لیکن کچھ دیر بعد اندر سے چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔۔۔۔"

بات کرتے ہوئے اس کی پلکیں جھک گئیں۔

www.novelsclubb.com

"سوری،آپ نے کہا تھا کسی کے کمرے میں نہیں جھانکتے لیکن میں بہت ڈر گئی تھی۔میں نے لاؤنج کی کھڑکی سے دیکھا تو۔۔۔"

وہ پھر جھجھک کر خاموش ہوئی۔اب کی بار اس کے چہرے پر ڈر بھی تھا۔

"کیا دیکھا آپ نے۔۔۔"

اس نے زور دے کر پوچھا۔اس کے پیچھے کیا کیا ہو رہا تھا اور اسے خبر بھی نہیں تھی۔ لیکن جو بھی ہو رہا تھا وہ بہت غلط تھا۔اس کے بھائی کے ساتھ نا سہی تو بچوں کے زہنوں کے ساتھ۔ پھر وہ بچی خوف اور ڈر کی ملی جلی کیفیت سے بولی۔

"بابا چیخ رہے تھے۔وہ اپنے سر کے بال کھینچ رہے تھے۔ پھوپھو وہ اپنی ہوش میں نہیں تھے۔ میں بہت ڈر گئی تھی۔۔۔"

بات کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کھڑکی کے باہر خاموش اور ویران جنگل جیسے اپنے اندر خاموشی لئے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"وہ ساتھ اونچا اونچا چیختے ہوئے کہہ بھی رہے تھے کہ 'میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے کچھ مت کہو۔۔"

www.novelsclubb.com

بات کرتے کرتے وہ بچی بالکل خاموش ہو گئی۔اس نے آگے بڑھ کر بچی کو اپنے ساتھ لگایا اور اس کا سر تھپکا۔

"بیٹا، وہ بس غصے میں ایسا کہہ رہے تھے۔ آپ نے کسی سے اس بارے میں بات نہیں کرنی۔ بس بھول جاؤ سب۔۔"

جب کہ خود اس کی زہنی رو کسی اور طرف ہی جا رہی تھی۔ بچوں کے دماغ پر غلط اثر پڑ رہا تھا اسے اپنے بھائی کو سمجھانے کی اشد ضرورت تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی پھر کوئی بچہ اپنے والدین کی زندگی سے جڑے واقعات کی سزا کاٹے۔ والدین کی زندگی میں موجود

unresolved traumas

بچے کی زہنی حالت پر کتنا بُرا اثر ڈالتے ہیں اگر کوئی یہ جان لے تو اپنے بچے کے سامنے اُف کہنے سے بھی ڈرے۔

www.novelsclubb.com

رات اس درمیانے درجے کے گھر پر اتری تو تمام لوگ اپنے گھروں میں سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ سیاہ آسمان تاروں سے بھرا تھا۔ چاند کہیں چھپا ہوا تھا۔ پہلی تاریخیں ہونے کی وجہ سے چاند جلد ہی منظر سے غائب ہو جاتا تھا۔

ایک چاند ہی تو تھا جو سب سے بے نیاز تھا۔ خوبصورت اور روشن ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کا رازداں بھی تھا۔ ہاں! بہت سے لوگ چاند سے باتیں کر کے اسے اپنا رازداں بناتے ہیں۔ وہ بھی اس وقت اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی یہی سوچ رہی تھی۔ کھڑکی سے ٹیک لگائے کھڑی وہ سامنے آسمان پر پھیلے تاروں کو دیکھ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اپنے چاند کو بھی ڈھونڈھ رہی تھی جو کافی عرصے سے اس کا رازداں بن چکا تھا۔

اس کو خیالوں میں گم چھوڑ کر زرا تھوڑی دور نظر ڈالو تو وہ بیڈ پر بیٹھا اپنے کام میں

مگن تھا۔ٹانگیں لمبی کئے، گھٹنوں پر لیپ ٹاپ رکھے وہ مسلسل کچھ لکھ رہا تھا۔چند لمحے بعد اس نے سر اٹھایا اور گردن کو دائیں بائیں ہلایا۔ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے چائے کا مگ اٹھا کر ایک گھونٹ بھرا۔پھر اس نے اپنی نظریں گھمائیں تو معمول کے مطابق وہ اسے کھڑکی کے پاس کھڑی نظر آئی۔

لیپ ٹاپ کو سائیڈ پر کرتے ہوئے اس نے فرصت سے اپنے سے چار سال چھوٹی بہن کو دیکھا۔گول مول گال، خوبصورت نین نقش اور سب سے پرکشش چیز اس کے گال پر ناک کے پاس تِل۔نیم اندھیرے میں بھی وہ اس کے چہرے کے ہر ایک خدوخال کو دیکھ سکتا تھا۔وہ بِلاشبہ خوبصورت تھی۔

اور اس کیلئے اس کا سب کچھ تھی۔اگر اس کا ساتھ نا ہوتا تو شاید وہ کبھی سروائیو نا کر پاتا۔اب تو وہ بہت کم آوورری ایکٹ کرتا تھا۔ورنہ پہلے تو وہ ہر بات پر بہت شدید ردِ عمل دیتا تھا۔وہ اکثر سوچتا تھا ارمش نہ ہوتی تو وہ سروائیو کیسے کر پاتا۔

اس کو دیکھتے ہوئے بہت سی یادیں اس کے ذہن کے پردے پر لہرائیں۔بے اختیار

ہی ایک یاد نے اس کے ذہن کو جکڑ لیا اور اس کے خیالوں پر غلبہ پانے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ارد گرد کا منظر بدلنے لگا۔

وہ ایک اندھیر کمرہ تھا۔ جہاں وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ چھوٹی چلتی لائٹ میں اس کے ہاتھ میں پکڑا وہ شیشے کا ٹکڑا نظر آ رہا تھا۔ باہر سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ چند لمحے بعد کمرے کی خاموش فضا میں بھی ایک ترش آواز گونجتی۔ جیسے شیشے کی نوک سے کسی کاغز کو کاٹا گیا ہو۔ دروازہ چڑ چڑاہٹ سے کھلا اور وہ اندر آئی۔ پھر اس کے ہاتھ میں شیشہ پکڑا دیکھ کر اس کی طرف لپکی اور اس کے ہاتھ سے شیشہ تقریباً چھینا تھا۔

"یہ کیا کر رہے تھے تم۔ تمھیں میں نے شیشہ پکڑنے سے منع کیا تھا۔۔"

www.novelsclubb.com

"میں نے بس کاغز کاٹے ہیں۔۔۔"

اس نے اپنے سامنے بکھرے کاغز کے لاتعداد چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اپنے ہاتھ کان پر جما لئے۔ کیونکہ باہر سے شور دوبارہ آنے لگا تھا۔

ارمش نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"ان سے کہیں چپ ہو جائیں۔ وحشت ہوتی ہے مجھے ان کی۔۔۔۔"

وہ کہہ رہا تھا تبھی ارمش نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا سر اپنے ساتھ لگایا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا سر تھپکنے لگی۔

"انہیں احساس کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے الفاظ کا ہم پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہے۔۔۔"

"یہ معاشرے کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔۔"

وہ آہستہ سے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ باہر سے آتی آوازیں اب دم توڑ رہی تھیں۔

"آج کل کے دور میں ہم ماں، باپ کے ٹرامازسے نہیں لڑ سکتے۔ یہ ان کی اپنی جنگ ہے اور وہ اس جنگ کو جیت سکتے ہیں۔ لیکن وہ بہت سالوں سے ان حالات کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم چاہ کر بھی ان کی زہنی حالت ٹھیک کرنے کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں بس خود کو ان حالات کی زد میں آنے سے بچانا ہے۔ اپنے لئے

نہیں تو اپنے مستقبل کیلئے۔اپنی آگے کی زندگی کیلئے۔تم کوشش کروگے نا۔۔"

وہ پوچھ رہی تھی۔وہ ہمیشہ ایسے ہی پوچھتی تھی۔اس نے آگے سے کیا جواب دیا اسے بالکل یاد نہیں۔ارمش کو دیکھتے ہوئے ایک اور منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

وہ وہی کمرہ تھا۔وہ ان کے پچھلے گھر میں چھوٹا سا کمرہ سٹور روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔آج بھی باہر سے آوازیں آرہی تھیں۔وہ چلانا چاہتا تھا لیکن آج اس میں سکت نہیں تھی۔وہ ایک دیوار کی طرف بڑھا اور دونوں ہاتھ پوری وقت کے ساتھ دیوار پر مارے۔

"اس شور کو بند کردو۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔آئے روز ماں، باپ کا کوئی جھگڑا یا لڑائی اور بہنوں کی باتوں نے اسے پاگل کر دیا تھا۔کوئی عام انسان ہوتا تو برداشت کر لیتا لیکن وہ سب سے بڑا تھا اور حساس طبیعت کا مالک تھا۔وہ اپنے باپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور ان سے

نفرت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ماں کا اس کے باپ کو کوسنا اور اس کی بہنوں کا اپنے ہی باپ کے خلاف بولنا، وہ سب سن کر پاگل ہو جاتا تھا۔ابھی بھی اس کے ابو تو بول کر گھر سے چلے گئے تھے لیکن اس کی امی اور بہنیں ابھی بھی بول رہی تھیں۔

دیوار پر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے اپنے ناخن دیوار کے ساتھ گھسیٹنا شروع کر دیئے۔کچھ ناخن اترے، کچھ انگلیاں زخمی ہوئیں۔اس کے ہاتھ خون سے بھر گئے لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔چند منٹ بعد دروازہ کھلا تو وہی ہر بار کی طرح اندر آتی دیکھائی دی۔پھر اس کے ہاتھوں کو دیکھ کر باہر بھاگی۔اسے نہیں پتہ کب ارمش نے اس کی پٹی کی، کب کیا ہوا۔وہ نیم غنودگی کی حالت میں رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے منظر پھر بدلا۔

www.novelsclubb.com

اس بار وہ منظر کا حصہ تھا۔تنے تاثرات اور سُرخ آنکھیں لئے وہ ایک طرف کھڑا تھا۔وہ ابھی جاب سے گھر واپس آیا تھا اور وہ لوگ پہلے ہی کھڑے کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔یہ اس کی جاب کے شروع شروع کے دن تھے۔آج سے تقریباً تین

سال پہلے کی بات تھی۔ وہ تھکا ہارا آیا تھا لیکن آگے کا منظر دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

ارمش کچن کے دروازے میں کھڑی تھی جب کہ اس کی باقی دو بہنیں کہیں نظر نہیں آئیں۔ اس کے دماغ میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنے غصے کو دبایا پھر ضبط سے بولا۔

"کیا آپ لوگ کبھی لڑنا بند کر سکتے ہیں۔۔"

وہ اتنی آواز میں بولا تھا کہ وہ دونوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا آپ دونوں کبھی ہمیں سکون سے رہنے دے سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو یہ خیال بالکل نہیں آتا کہ آپ کے بچوں پر ان لڑائیوں کا کیا اثر پڑتا ہے؟ کیوں والدین بچوں کو نہیں سمجھتے۔ کیا وہ واقعی سمجھنا نہیں چاہتے۔ کیوں آج کل کے معاشرے میں والدین کو لگتا ہے کہ بچے پر ان کی باتوں کا اثر نہیں پڑتا۔ آپ لوگوں کی اچھی بُری ہر بات کا ہم پر اثر ہوتا ہے۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا لیکن الفاظ خود بہ خود ادا ہو رہے تھے۔ جواباً وہ دونوں ٹھنڈے ہونے کی بجائے مزید مشتعل ہو گئے۔ اس کا باپ غصے سے بولا۔

"تھوڑا پڑھ لکھ گئے ہو تو اب ہمیں سکھاؤ گے۔ یہی تربیت کی ہے ماں نے تمھاری۔۔؟ یہی تمھاری ماں ہی لڑتی ہے ہر وقت۔۔۔۔"

وہ کہہ رہے تھے جب انہوں کی بات ان کی ماں نے کاٹی۔

"مجھے الزام نا دو۔ تمھارے خاندان نے ہی پاگل کر کے تمھیں میرے حوالے کیا تھا۔۔۔"

اب کی بار ان کے جھگڑے کو دوبارہ شروع ہوتے دیکھ کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ان کے جھگڑے کی آواز اس کے حواسوں پر کوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

"تم مجھے پاگل کہہ رہی ہو۔ تمھارے بچوں کو میں نے پالا۔ ان کی زمہ داری

اٹھائی۔تم بس احسان فراموش عورت ہو۔۔۔۔"

"اوراب تم میرے بچوں کا مستقبل خراب کروگے۔چلے جاؤ ہماری زندگیوں سے ۔۔۔"

وہ کمرے میں آکر لائٹ جلائے بنا بیڈ تک آیا اور بیٹھ کر جھکتے ہوئے جوتوں کے تسمے کھولنے لگا۔باہر سے آوازیں آرہی تھیں۔وہ ان آوازوں کا گلا نہیں گھونٹ سکتا تھا۔ اس کا سر چکرانے لگا تھا۔

"میں چلا جاؤں تم لوگوں کی زندگی سے۔۔۔۔"

اُن کی آواز اونچی ہوئی۔اندر اس کا سر پھٹنے لگا تھا۔جوتوں کے تسمے کھول کر وہ سیدھا ہوا اور سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگا۔

"ہاں کہیں چلے جاؤ۔۔۔مجھے اپنے بچوں پر تمھارا سایہ نہیں رکھنا۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔میں چلا جاتا ہوں۔۔۔"

اس کا سر گھوم رہا تھا۔وہ اٹھ کر باہر جانا چاہتا تھا۔وہ اپنے باپ کو روکنا چاہتا تھا۔وہ

نہیں چاہتا تھا اس کا باپ یہ گھر چھوڑ کر جائے۔

"لیکن میں جانے سے پہلے اس گھر کے تمام افراد سے اپنا رشتہ ختم کر کے جاؤں گا۔ اس لئے آج میں، مصطفیٰ احمد اپنے ہوش و حواس میں آمنہ، تمھیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔"

اسے لگا اس کے کانوں نے غلط سنا ہے۔اس نے ہمت کر کے اٹھنا چاہا۔وہ کامیاب ہوا۔اس کا دماغ تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔اس نے چلنا چاہا اچانک وہ لڑکھڑایا۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا لیکن تب تک باہر سے آواز آچکی تھی۔

"میں تمھیں طلاق دیتا ہوں۔طلاق دیتا ہوں۔۔۔"

بے اختیار اس کے قدموں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔وہ زمین پر گر گیا۔دماغ اب جسم کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔اسے اپنے ناک سے کچھ نکلتا محسوس ہوا۔کچھ گرم سا۔اسے محسوس ہوا باہر سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں۔اس کا خود کا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔اس نے ہلنا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔

www.novelsclubb.com

اسے آواز آئی گھر کا دروازہ کھلا ہے۔ایک معصوم سی روتی ہوئی آواز گونجی۔

"بابا رُکیں۔۔مت جائیں پلیز۔۔۔"

وہ آواز،اس آواز کو اس نے زندگی میں پہلی بار روتے ہوئے سنا تھا۔اس کا دماغ اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔اس کے بعد کیا ہوا اسے کچھ نہیں پتہ۔ہوش سے بیگانہ ہونے سے قبل اس نے ایک آواز سنی تھی۔۔۔جو شاید اس کی بہن کی چیخ تھی۔

"ماما کو پکڑو۔۔۔۔"

پھر اسے نہیں پتہ کیا ہوا۔اسے محسوس ہوا کوئی اسے اٹھا رہا ہے۔کسی نے اس کو بستر پر لٹایا ہے۔اسے اپنی ناک کے پاس گیلا کپڑا محسوس ہوا۔کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

اس نے ہمت کر کے بولنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"ارمش،بابا کہاں ہیں۔۔۔"

دھندلاتے منظر میں اس نے کسی ہیولے کو دیکھتے ہوئے کہا۔آواز شاید سرگوشی کی صورت میں نکلی تھی۔اسے بس اس کا روتا ہوا چہرہ دیکھائی دیا۔اس نے روتے

ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا اور بس اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ چاہتا تھا وہ یہ آنکھیں بند کرے اور دوبارہ کبھی نہ کھولے۔ وہ خود کو اندھیروں کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ اس دن اسے اندھیروں کی دنیا میں رہنے کی خواہش ہوئی تھی۔ اس دن وہ اندھیروں کا مسافر بنا تھا۔ اس سے پہلے وہ تنہائی کا مسافر تھا لیکن اس دن سے اس نے اپنا وجود اندھیرے کو سونپ دیا تھا۔

آج تین سال بعد اسے وہ رات یونہی اچانک یاد آئی تھی۔ اس نے دیکھا ارمش اب کھڑکی سے پَرے ہٹ گئی تھی۔ وہ مڑ کر اس تک آئی اور اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"آفس کا کام کیسا جا رہا ہے۔۔۔؟"

"ٹھیک ہے۔ بس کبھی کام کی زیادتی ہو جاتی ہے۔۔ لیکن ہینڈل ہو جاتا ہے۔۔ تم سناؤ سٹڈی کیسی جا رہی۔۔؟ فائنلز قریب ہیں۔۔؟"

وہ اب لیپ ٹاپ بند کر کے پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔ ارمش بھی اس کی طرف گھومی۔ آج کافی دنوں بعد دنوں کو بات کرنے کا موقع ملا تھا۔ ورنہ اپنے اپنے

کام سے فارغ ہو کر دونوں اتنے تھک جاتے تھے کہ آرام کرتے تھے۔

"ہاں بس پیپرز تو قریب ہیں اور شکر ہے تیاری بھی بہتر ہے۔۔"

"چلو اللہ کامیاب کرے اور دیکھو۔اگر تمھیں پیسے چاہیے ہوں تو تم مجھے بتاؤ گی

۔۔۔"

اس نے مگ سے آخری گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔اس بات پر ارمش ایک دم سنجیدہ ہوئی۔

"آبی دیکھو، تمھیں پتہ ہے میں تم سے پیسے نہیں لوں گی۔بار بار کہہ کر مجھے شرمندہ نہیں کرو۔۔۔"

"ایمی یہ پیسے تمھارے بھی ہیں۔آج میں جو کچھ ہو صرف تمھاری وجہ سے۔ان پر سب سے پہلے تمھارا حق ہے۔یقین جانو آبان کی زندگی ارمش کی زندگی ہے۔

۔۔۔"

وہ اپنی طرف سے ہر بار کوشش کرتا تھا۔لیکن وہ پتہ نہیں کیوں اتنی ضد کرتی تھی۔

اس کی بات پر اس نے نظریں جھکا لیں پھر بیڈ شیٹ سے نادیدہ شکنیں درست کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تمھارے پیسے گھر میں آتے ہیں۔سب پر خرچ ہوتے ہیں۔ان میں ہمیشہ میں بھی آتی ہوں۔بابا کے بعد ہمارا زیادہ تر خرچہ تم نے ہی اٹھایا ہے۔اس لئے تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمھارے پیسے مجھ پر خرچ نہیں ہوتے۔۔۔"

"تم بھی نہ۔۔بس بات کو گھما دیا کرو۔۔۔"

وہ سر جھٹک کر بولا پھر اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

"میرا دل کر رہا تھا۔میں آج کل میں ابو سے ملوں۔۔۔۔۔"

وہ کہہ رہا تھا۔آگے سے ارمش آہستہ آواز میں اسے کچھ کہہ رہی تھی۔کھڑکی سے باہر آسمان پر تارے ایسے ہی نظر آرہے تھے۔اندر وہ دونوں باتوں میں مگن ہو گئے تھے اور یہ بات کرتے ہوئے وہ دونوں جانتے تھے کہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔کیونکہ شروع شروع میں آبان نے اپنے طور پر ملنے کی کوشش کی تھی

www.novelsclubb.com

لیکن وہ خود ہی نہیں ملنا چاہتے تھے۔کافی کوشش کے بعد اس نے خود ہی اس خواہش کو ختم کر دیا۔لیکن خواہشیں کہاں مرتی ہیں۔انہیں جتنا مارنے کی کوشش کرو یہ اتنا ہی ابھرتی ہیں۔خواہشوں کو جتنا بھی دباؤ، یہ دل کے کسی نہاں خانے میں اپنی پوری روشنائی کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔

---

www.novelsclubb.com

"امی، آج میں سوچ رہی تھی کہ بازار چلیں۔ گرمیوں کے دو تین نئے جوڑے لے آئیں۔۔۔"

وہ باہر چھوٹے سے صحن میں آتے ہوئے بولی۔اس کی ماں صحن میں پودوں کے پاس چارپائی بچھائے بیٹھی تھیں۔انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ ایک چھوٹا سا صحن تھا، جہاں ایک طرف چارپائی بچھی تھی۔

"بس سارا دن میک اپ، کپڑوں میں ہی لگی رہا کرو۔آگے پڑھائی کب شروع کرنی ہے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"امی آپ کو پتہ ہے میں میک اپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور ہر ماہ تین ہی تو جوڑے بناتی ہوں بس۔اس پر بھی آپ اتنا سناتی ہیں مجھے۔۔۔۔"

حرم نے منہ بنا کر کہتے ہوئے ان کے پاس چارپائی پر جگہ بنائی اور وہاں ٹانگ پر

ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔

"توبہ کرو لڑکی۔ تم اس گھر کی سب سے زیادہ مہنگی لڑکی ہوں۔۔اور زرا میری پڑھائی والی بات پر بھی روشنی ڈال لیں۔۔"

انہوں نے اسے شرم دلانی چاہی۔اس نے بی۔اے کے بعد اپنی پڑھائی جاری نہیں رکھی تھی۔جب کہ آبان نے کہا تھا کہ وہ پڑھائی کا خرچہ اٹھالے گا۔

"امی مجھے نظر نہ لگا دینا آپ۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں اندر سے آبان آتا دیکھائی دیا۔جو آستین کے بٹن لگاتے ہوئے باہر آرہا تھا۔اس کے پیچھے ہی ارمش اس کا کوٹ اٹھائے باہر آرہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"امی، میں جارہا ہوں۔۔۔"

ان کے قریب بیٹھ کر اس نے اطلاع دی۔حرم خود بہ خود کھڑی ہو گئی۔جو بھی تھا وہ اس کا بڑا بھائی تھا اور جو بھی تھا وہ پیچھے اس کی جتنی بھی بُرائیاں کر لے سامنے ہمیشہ

زراحد میں رہتی تھی۔

"ہاں بیٹا ٹھیک ہے، آرام سے جاؤ۔۔۔"

انہوں نے اس کے سر پر پیار دیا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں حرم کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے بولی۔

"بھائی۔۔۔۔۔"

وہ جو اٹھ کر ارمش کی طرف کوٹ لینے کیلئے بڑھنے لگا تھا حرم کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں بولو۔۔۔"

"وہ کچھ پیسے چاہیے۔ میں سوچ رہی تھیں کہ شاپنگ۔۔۔"

لیکن اس سے پہلے ہی وہ جیب سے والٹ نکال چکا تھا۔ اتنی دیر میں دعا بھی صحن میں آگئی۔ آبان نے کچھ پیسے نکال کر حرم کی طرف بڑھائے اس نے جھجھکتے ہوئے پکڑ لئے۔ تبھی گھر میں لگے پی۔ ٹی۔ سی۔ ایل کی آواز کسی صور کی طرح فضا میں گونجی۔ دعا فوراً اندر کی طرف بھاگی۔ آبان نے آگے بڑھ کر ارمش سے اپنا کوٹ لیا

۔

"آپ لوگ دھیان سے بازار جایئے گا۔۔اور شام میں اگر ضرورت پڑی تو مجھے بتا دیجئے گا میں آفس کے بعد آپ لوگوں کو بازار سے گھر لے آؤں گا۔۔۔۔"

کہتے ہوئے اس نے صحن میں ایک طرف کھڑی اپنی بائیک اسٹینڈ سے اتاری۔ تبھی دعا آوازیں دیتی ہوئی دوبارہ صحن میں آئی۔۔۔

"امی۔۔۔امی۔۔۔"

"اللہ خیر۔۔۔کیا ہوا۔۔"

آمنہ بیگم جو ٹیک لگا کر بیٹھی تھیں اس کی دل خراش آواز پر سیدھی ہو بیٹھیں۔

"امی وہ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لئے۔آنکھوں میں آنسو آ گئے۔آبان بھی رُک کر اسے دیکھنے لگا۔ارمش بھی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔حرم کی حیران نگاہیں بھی اس پر تھیں۔جس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو

گئے تھے۔۔۔

"کیا ہوا میری بچی۔۔۔۔"

آمنہ بیگم تڑپ کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"امی وہ۔۔۔۔"

اتنا کہہ کر اس نے ہچکی لی۔آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔ارمش نے بے تابی سے اس کا بازو ہلایا۔

"بتاؤ نا دعا کیا ہوا ہے۔۔"

"وہ بابا۔۔۔۔"

اس نے پھر ہچکی لی۔اب اس کے رونے میں روانی آگئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بابا اس دنیا میں نہیں رہے۔بڑی پھوپھو کا فون آیا تھا۔آج صبح ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔"

اور صحن میں ایک دم موت کا سناٹا چھا گیا۔آبان نے بے یقین نظروں سے دعا کو

دیکھا۔اس کے ہاتھوں سے چابی چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ارمش کے قدم لڑکھڑائے۔آمنہ بیگم نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لئے۔تمام افراد کی حالت بہت غیر یقینی تھی۔وہ شخص جو آج سے تین سال پہلے ان کی زندگیوں سے چلا گیا تھا آج اس طرح آیا تھا کہ وہ سب چاہ کر بھی اس سے مل نہیں سکتے تھے۔

جو بھی تھا اس گھر کے ہر فرد کے دل میں آج بھی وہ شخص موجود تھا۔وہ تینوں کچھ بھی کر لیتے لیکن وہ ہمیشہ ان کا باپ رہنا تھا۔کیونکہ انہوں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ وہ انہیں ایسے چھوڑ کر چلے جائیں لیکن اس وقت وہاں موجود تمام نفوس بس دم سادھے ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔۔۔

'کیا ان کا مرنا ضروری تھا؟'

www.novelsclubb.com

"میرا بھائی، وہ میرا سب کچھ ہے۔ مجھے کبھی اس سے چڑ نہیں ہوئی۔ بلکہ میرے لئے وہ میرا سب کچھ ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ پاگل ہو چکا ہے۔ میں نے اپنی دوست کے توسط سے اسے ایک سائیکاٹرسٹ کو بھی دیکھایا ہے لیکن وہ کہتے ہیں اسے صرف زہنی ڈپریشن ہے۔ وہ توجہ کی کمی کا شکار ہے۔ میں چاہتی ہوں اس کو کبھی محسوس نا ہو کہ اس کی زندگی میں کوئی نہیں ہے۔ میں اس کا سب کچھ بن کے رہنا چاہتی ہوں۔ میرے والدین کے ساتھ جو بھی ہوا۔ میں کبھی اسے سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ لیکن ایک بات ضرور کہوں گی کہ انہیں اپنی زندگی کے ٹرامز میں ہمیں نقصان نہیں پہنچانا چاہیے تھا۔۔۔۔"

وہ بغیر رُکے لکھتی جا رہی تھی۔ وہی الفاظ جو ہمیشہ سے اس کے ساتھی تھے۔ ان کے

علاوہ اسے سنتا ہی کون تھا۔ اگر وہ اپنے بھائی کا سہارا تھی تو وہ الفاظ اس کا سہارا تھے۔

آج اس کے سٹڈی ٹیبل پر کافی کے مگ کا اضافہ تھا۔ اس کے سامنے آج بھی وہ خوبصورت منظر تھا۔ جس سے وہ مکمل طور پر بے نیاز تھی۔ ڈائری کھولنے کے بعد اسے کسی چیز کی پرواہ ہی کب رہتی تھی اور خاص طور پر تب، جب وہ اپنے بھائی کے بارے میں لکھتی تھی۔

"میں کبھی کبھی اپنے ماں، باپ کو بھی سمجھ نہیں پاتی۔ کیسے وہ بچوں کے سامنے اس طرح کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے، وہ پرانے زمانے کے لوگ ہیں لیکن ابو کو امی پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ اس چیز کا بچے پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے پھر مزید یہ کہ کبھی کبھی ابو نشہ بھی کر آتے ہیں۔ میں انہیں جج نہیں کروں گی لیکن انہیں اپنی اولاد کا سوچنا چاہیے۔ میں کبھی یوں نا لکھتی لیکن اپنے بھائی کو دیکھ کر میرا دل لرز اٹھتا ہے۔ وہ حساس ہے سہہ نہیں پاتا اور میں اپنے دماغ کی کشمکش کسی کو بتا نہیں سکتی تو مجھے الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

فضا میں ایک اداس سا نغمہ گونجا۔ کمرے میں بالکل سکوت تھا۔ وہ تنہائی میں ہی لکھتی تھی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ پرانی عادت۔ بچپن کی عادت۔ کسی کے سامنے نہیں کھلنا۔

"میں اپنی بہنوں کو بھی چپ نہیں کروا سکتی۔ وہ سارا دن ابو کو کوستی ہیں۔ بھائی برداشت نہیں کر پاتا۔ وہ اس سب کے بعد بھی ابو سے کبھی نفرت نہیں کر پاتا۔ میں نے دیکھا ہے جیسے ہی ابو گھر میں داخل ہوتے ہیں وہ فوراً کمرے سے باہر آتا ہے۔۔۔ وہ کہتا ہے ابو کی شخصیت پُر کشش ہے۔ ہم کسی کو نفرت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے لیکن ہم ابو کو سمجھا بھی نہیں سکتے۔ وہ بالکل پاگلوں کی طرح حرکتیں کرتے ہیں۔ سوری اللہ میں یہ کہنا نہیں چاہتی لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے۔ وہ ہمیں کیوں نہیں سمجھتے۔ اپنے بچوں کیلئے کم از کم وہ خود کو ٹھیک کیوں نہیں کرتے۔ پلیز آپ ان کے دل میں خیال ڈال دیں۔ وہ ہمارے لئے خود کو بدل لیں۔۔۔"

وہ صرف الفاظ نہیں تھے جو وہ ڈائری پر اتار رہی تھی۔ وہ اس کے بھائی کی داستان

تھی۔ وہ ایک خاندان کی کہانی تھی۔ وہ اس کی اپنی داستان تھی جس سے وہ گزر رہی تھی۔ جس کے گرداب میں وہ پھنس چکی تھی۔ ایک ایسے اخاندان میں جس کی لڑائیوں میں ایک نیا نوجوان جنم لیتا ہے۔ ایک ایسا نوجوان، جو اگر حساس ہو تو اس کی ساری زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے۔ صرف اس کی ہی نہیں، بلکہ آنے والی پوری نسل اس ایک خاندان سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ صرف الفاظ نہیں لکھ رہ تھی وہ معاشرے میں وجود پاتا ایک المیہ لکھ رہی تھی۔ جس کی شروعات ہو چکی تھی۔ لیکن اس کا اختتام کوئی نہیں جانتا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

آج ان کی وفات کو ہفتہ گزر چکا تھا۔ وہ لوگ اسی وقت اپنے ابا کے گھر چلے گئے تھے۔ وہاں ایک قیامت کا عالم تھا۔ زندگی میں تو انہیں ملنے کی اجازت نہیں ملی تھی لیکن مرنے کے بعد کوئی انہیں روک نہیں سکا تھا۔ آبان نے ایک ملاقات کی بہت بڑی قیمت چکائی تھی۔ اسے اندازہ ہوتا ان کی ملاقات ایسے ہونی ہے تو وہ کبھی ملاقات کا خواہش مند نا رہتا۔

اُن کے گھر جانے کے بعد ہی انہیں معلوم ہوا تھا کہ ان کے والد طبعی موت نہیں مرے تھے۔ انہوں نے خودکشی کی تھی۔ وجہ! وہی ڈپریشن۔ وہ کبھی اپنے بچپن کے ٹراماز سے نکل ہی نہیں سکے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اسی ڈپریشن کی وجہ سے اپنا گھر خراب کیا اور بالآخر معاشرے کے بہت سے لوگوں کی طرح وہ خود سے لڑتے لڑتے اپنی زندگی سے ہار گئے۔

www.novelsclubb.com

وہ اس وقت اپنے باپ کی قبر پر بیٹھا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے آیا تھا اور قبر پر پانی چھڑکنے کے بعد وہ وہیں زمین پر گیلی مٹی پر بیٹھ گیا اور بس آنکھیں قطبے پر جمائے اپنے باپ

کی قبر کو دیکھے جا رہا تھا۔ جہاں نام کی جگہ لکھا تھا۔۔۔۔ مصطفیٰ احمد۔

کچھ دیر کے بعد اس نے بالآخر اپنے لب وا کئے۔

"معاشرے کے بہت سے لوگ ڈپریشن کی وجہ سے خودکشی کرتے ہیں۔ لیکن کیا آپ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ آپ ان لوگوں کا سامنا کر سکیں۔ آپ حالات سے لڑ سکیں۔۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا آپ اس طرح ہمیں چھوڑ کر جائیں گے۔۔۔"

وہ اپنی آواز بھی بامشکل ہی سن پا رہا تھا۔ ارد گرد بہت سی قبریں بنجر ہوئی پڑی تھیں۔ پتہ نہیں قبرستان میں دفنانے کے بعد لوگ اپنے پیاروں کو بھول کیوں جاتے تھے؟ مرجھائے درخت بھی ویران چہرہ لئے اس نوجوان کو دیکھ رہے تھے جو آٹھ دن سے روزانہ آکر یہاں بیٹھ جاتا تھا اور پتہ نہیں تین گھنٹے ایک بے جان پڑی میت سے کیا باتیں کرتا تھا۔

"ٹھیک کہتے ہیں کسی کو محبت سے دستبردار کرنا آسان نہیں ہوتا۔ میں آپ کو اب

بھی اپنے دل میں کسی اونچی جگہ پر پاتا ہوں۔ میری خدا سے بس ایک ہی دعا ہے وہ آپ کی روح کو سکون دے۔ وہ آپ کو جنت میں جگہ دے۔۔۔ آپ جہاں ہوں سکون سے ہوں۔۔۔"

وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا اس کے ہونٹ خود بہ خود الفاظ ادا کر رہے تھے۔ لیکن اس کا دماغ اس وقت یہاں نہیں تھا۔ وہ بہت سال پیچھے۔۔۔۔ بہت پیچھے۔۔۔ ایک پارک میں پہنچا ہوا تھا۔

جہاں وہ اپنے باپ کا ہاتھ پکڑے چلتا جا رہا تھا۔ ہنستا کھلکھلاتا ہوا۔

"ابو آپ میرے سب سے اچھے دوست ہیں۔۔۔"

وہی فقرہ جو وہ ہمیشہ یاد کیا کرتا تھا اور جس سے آگے اس کی سوچوں کی سرحد ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن پچھلے ایک ہفتے سے اس کی سوچوں کی سرحد وسیع ہو گئی تھی۔ وہ ہر روز وہ پوری ملاقات یاد کرتا تھا۔ اس کے جملے کے جواب میں اس کے باپ نے محفوظ ہوتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

www.novelsclubb.com

"آہاں۔۔۔میں اور تمھارا دوست۔۔۔"

"جی جی آپ ہی۔۔"

اس نے پُرزور تائید کی تھی۔

"میں نے تمھارے ساتھ کب اچھا رویہ رکھا جو تم مجھے اپنا دوست ماننے لگے۔۔؟"

"ابو، آپ میرے دوست ہیں اور ضروری نہیں ہے دوست صرف اچھے رویے سے بنے۔ دوست کیلئے تو بس محسوس کرنا ضروری ہے۔ میں بس آپکو دیکھتا ہوں۔ آپ کو خود سے قریب پاتا ہوں تو آپ میرے دوست ہوئے۔۔بس۔۔"

اس کا ذہن پتہ نہیں کیا بُن رہا تھا۔ آٹھ نو سالہ ذہن سے اس طرح کی بات سن کر انہوں نے چونک کر چہرہ موڑا۔

www.novelsclubb.com

"تم نے کبھی مجھے اپنی ماں سے جھگڑتے ہوئے سنا ہے۔۔؟"

پتہ نہیں انہوں نے کیا سوچ کے یہ سوال کیا تھا۔ خود بہ خود الفاظ لبوں سے ادا

ہوئے۔

"جی اور میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کیوں لڑتے ہیں میری ماما سے۔۔۔"

سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے معصوم سا سوال کیا۔ جس کا جواب ان کیلئے بہت بڑا تھا۔ شاید وہ اپنے بچے کو سمجھا نہیں سکتے تھے۔

"بیٹا،۔۔۔"

زندگی میں پہلی بار اس شام میں انہوں نے اسے بیٹا کہا تھا۔ اسے یاد تھا۔ وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے اور اس کے چھوٹے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے چند فقرے بولے تھے۔ وہ ان فقروں کو آج بھی بھلا نہیں پاتا تھا۔ وہ آج بھی بہت تازہ تھے۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا، مجھے کبھی غلط مت سمجھنا۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ شاید میں تمھیں سمجھا نا پاؤں۔ یہ بے اختیاری عمل ہے لیکن مجھے غصہ بہت شدید آجاتا ہے۔ میں تمھارا باپ ہوں۔ مجھے غلط مت سمجھنا۔ شاید تم نہ سمجھ پاؤ اپنے والدین کو

لڑتے جھگڑتے دیکھنا اور اپنی ماں پر ہوتا تشدد دیکھنا کتنا تکلیف دہ ہے۔ میں ہر وقت ان سوچوں سے لڑتا ہوں۔۔۔۔"

وہ انہیں آج بتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی سوچوں کے چکر میں اپنے خاندان سے لڑتے تھے۔ وہ اسے اپنی زندگی کا تجربہ بتا رہے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک وقت میں ان کے اپنے بیٹے پر بھی یہی وقت آئے گا۔ وہ صرف خود کو سمجھنا چاہتے تھے وہ اپنے بچوں کی ذہنی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے اور اتنے سال بعد آج وہ سمجھ پایا تھا کہ اس کے باپ کیلئے اپنا غم زیادہ بڑا تھا۔ ہر انسان کو اپنا غم زیادہ بڑا لگتا ہے۔ وہ کبھی کسی دوسرے کو سننا ہی نہیں چاہتا۔ سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔ یہی حالت اس وقت اس کے والد کی تھی۔ اس ایک مکالمے میں اس کے باپ نے پتہ نہیں کتنی دفعہ دہرایا تھا 'مجھے غلط مت سمجھنا'

www.novelsclubb.com

اور بس اس نے ان کو کبھی زندگی میں غلط نہیں سمجھا۔ اس کی بہنیں، معاشرے کے لوگ یہاں تک کہ اس کی ماں نے بھی اس کے باپ کے خلاف اتنی باتیں کی

لیکن وہ کبھی ان کیلئے اپنے دل میں نفرت نہیں پال سکا۔

اور آج وہ بس یہی فقرہ یاد کر کے روئے جا رہا تھا۔ہاں اب وہ رو رہا تھا۔ قبر پر چہرہ جھکائے وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔درخت سے جھڑتے پتوں نے افسوس سے اسے دیکھا۔اس کا غم واقعی کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا کیونکہ سب کو اپنا غم زیادہ بڑا لگتا ہے!

---

www.novelsclubb.com

وہ لوگ اپنے گھر آ چکے تھے۔آمنہ بیگم نے بھی جنازے میں شرکت کی تھی۔لیکن وہ اسی دن واپس آ گئی تھیں۔وہ تینوں بہنیں تین دن رہنے کے بعد واپس آئی

تھیں۔ان کے اپنے گھر میں بھی لوگ ویسے ہی تعزیت کرنے آرہے تھے۔

تعزیت کم اور باتیں زیادہ بن رہی تھیں۔خودکشی کی بات خاندان والوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہ سکی تھی اس لئے جو بھی آتا تھا وہ سب سے پہلے یہی کہتا تھا

"ایسا بھی کیا ہو گیا جو خودکشی کی نوبت آگئی"

اور وہ ماں بیٹیاں چپ کر جاتی تھیں۔مصطفیٰ صاحب کے طلاق دینے کے بعد انہوں نے یہ چھوٹا سا اپنا گھر لیا تھا۔جو آمنہ بیگم نے اپنی جمع پونجی اور ایک سونے کا گھنگن بیچ کر خریدا تھا۔اس وقت وہ صحن میں چارپائی پر بیٹھیں، سر پر ڈوپٹہ ٹکائے ہاتھ میں پکڑی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ان کے پاس کرسی پر ایک خاندان کی عورت آئی بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ ابھی ابھی آئی تھیں۔چند لمحے خاموشی رہی پھر دروازہ کھٹکا۔اندر سے حرم بھاگتی ہوئی آئی اور سر پر ڈوپٹہ ٹکاتے ہوئے دروازہ کھولا۔وہ تھکا ہارا سا اندر آیا۔سامنے کسی کو بیٹھا دیکھ کر چونکا پھر سلام کیا۔

"اسلام علیکم آنٹی۔۔۔"

اور دوسری کوئی بات سنے بغیر اندر کی طرف بڑھا۔اپنے کمرے میں آیا تو دیکھا سامنے بیڈ کے کنارے پر ارمش بیٹھی تھی۔اسے اندر آتا دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو پونچھے اور اٹھ کھڑی ہوئی پھر اس کے قریب آئی۔

"تم رو رہی تھی۔۔۔؟"

اسے دیکھ کر اس نے عام تاثرات لئے کہا۔

"ہاں بس ایسے ہی۔۔۔"

اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں مکمل طور پر صاف کیں پھر اس سے پوچھنے لگی۔

"قبرستان سے آئے ہو۔۔؟ جاؤ فریش ہو جاؤ۔پھر میں کھانا لگاتی ہوں۔۔"

www.novelsclubb.com

اس کی بات سن کر وہ سر ہلاتا باتھ روم کی طرف بڑھا۔جب باہر سے آواز آئی۔

"ناں میں کہتی ہوں۔ایسی بھی کیا پریشانی تھی جو خودکشی ہی کرنا پڑ گئی۔جب سے تم دونوں کی طلاق ہوئی تھی بہت ہی زہنی دباؤ میں رہنے لگ گیا تھا۔ایک دفعہ میں

بھی گئی تھی اس کی طرف۔۔۔اتنا کھنچا۔۔"

وہ رشتے دار آنٹی کہہ رہی تھیں اور اندر کھڑے آبان نے بڑی مشکلوں سے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنے غصے پر ضبط کیا تھا۔ارمش نے آگے بڑھ کر اس کو سنبھالنا چاہا۔اسے لگا وہ وہی ہاتھ دیوار میں دے مارے گا یاں پھر خود کو تکلیف پہنچائے گا۔لیکن اس کی توقع کے برعکس وہ گھوم کر باہر کی طرف گیا۔ارمش اس کے پیچھے بھاگی۔برآمدے کی چوکھٹ میں رُک کر اس نے صحن میں دیکھا جہاں اب آبان جا کے کھڑا ہوا تھا۔

"آنٹی آپ نے تعزیت کر لی ہے تو اب آپ جا سکتی ہیں۔۔"

آمنہ بیگم اپنی جگہ ارمش بھی حیران رہ گئی۔اس نے کبھی لوگوں کا اس طرح سامنا نہیں کیا تھا۔وہ ڈر ڈر کر جینے والا مرد تھا۔لیکن آج یہ کیا ہوا تھا۔اس کی بات سن کر وہ غصے میں ہی تو آگئی۔

"یہ کس طرح بات کر رہے ہو تم۔۔۔"

"میں نے کہا آپ نے تعزیت کر لی۔۔۔"

اب کی بار وہ بڑے تحمل سے بولا تھا۔وہ تھکا ہوا تھا۔اس کا سر درد کر رہا تھا لیکن اس سے اپنے باپ کے بارے میں یہ الفاظ برداشت نہیں ہوئے تھے۔وہ آنٹی ہتھے سے اکھڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں تو تعزیت کرنے آئی تھیں۔لیکن آج کل کے بد تمیز۔۔۔"

"تعزیت کرنے آئی تھیں تو بس تعزیت کریں۔آپ کو میرے باپ کے کردار پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

وہ جس طرح پر اعتماد لہجے میں بول رہا تھا ارمش حیران ہی تو رہ گئی تھی۔اس نے اپنے بھائی کا یہ رُخ کب دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں بھئی چلی جاتی ہوں۔۔۔آج کل کے لوگ تو دکھ میں بھی کسی کو اپنا نہیں مانتے۔۔۔"

وہ آنٹی غصے سے منہ پھلاتی کہتے ہوئے چلی گئیں۔پیچھے اس کی ماں نے ڈبڈبائی

آنکھوں سے اسے دیکھا۔انہیں پہلی دفعہ لگا تھا کہ ان کا بیٹا بڑا ہو گیا ہے۔اس نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کا سر خود سے لگایا اور تھپکا۔یہ اس کی زندگی کی پہلی تسلی تھی جو اس نے کسی کو دی تھی۔

"امی آپ کو معاشرے کے لوگوں کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں ہے۔جو ہوا یہ ایسا ہی ہونا تھا۔قسمت میں یہی لکھا تھا۔کسی کو کوئی حق نہیں ہے وہ آکر ہمیں ایک لفظ بھی کہے۔۔۔"

پھر ان کو چھوڑ کر اس نے چہرہ موڑا اور حرم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"خاندان کا کوئی بھی فرد آئے تو پہلے مجھے آکر بتانا۔میں خود ہی تعزیت وصول کر لوں گا۔امی کو کمرے میں لے چلو فلحال۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

کہہ کر وہ گہری سانس لیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ارمش اس کے پیچھے ہی آئی۔وہ اندر آکر باتھ روم کی طرف جا رہا تھا جب ارمش نے اسے پیچھے سے آواز دی۔۔۔

"آبان۔۔۔۔"

وہ پلٹا۔ جانتا تھا وہ پیچھے آئے گی۔ اس نے حیرت سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو یہ کیا تھا۔ اس نے ایک تھکی ہوئی سانس خرج کی پھر چہرے پر زمانے بھر کی تھکن لئے بولا۔

"دکھ کبھی انسان سے بڑا نہیں ہوتا۔ بس اسے برداشت کرنے کا حوصلہ چاہیے۔ کچھ دکھ انسان کو ختم کر دیتے ہیں لیکن کچھ دکھ انسان کو نئی زندگی دیتے ہیں۔ پھر سے اٹھنا سیکھاتے ہیں۔ میرے لئے ابو کی موت ایک ایسا ہی دکھ تھا۔ میں نہیں چاہتا میں ان کی طرح اپنی زندگی کو خراب کروں۔ میں اب اس نسل کو بدلنا چاہتا ہوں۔ یہ صرف ہمت اور کوشش سے ہوگا۔ جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں پچھلے ایک ہفتے سے قبرستان صرف اس لئے جاتا ہوں تاکہ سوچ سکوں اور میں نے سوچ لیا ہے۔ اپنے لئے نہیں تو اپنے مستقبل کیلئے۔۔۔۔"

وہ رُک کر اداسی سے مسکرایا اور ارمش کو اس مسکراہٹ میں بھی زمانوں کی

مسافت نظر آئی تھی۔

"انہوں نے جو کچھ دیکھا میں نہیں چاہتا مزید کوئی اولاد دیکھے۔اس لئے خود کو بدلنے کا وقت ہے۔۔اب میں فریش ہونے جا رہا ہوں۔میرے لئے کھانا تیار کرو ۔۔۔پھر چلتے ہیں۔۔"

کہتے ہوئے وہ کبرڈ کی طرف بڑھا۔ارمش نے حیرانی سے اس کی ساری بات سنی۔ اس کی ساری زندگی کی تسلی صرف ایک حادثے کے برابر تھی۔وہ پھر حیرانی سے بولی۔

"کہاں جانا ہے۔۔؟"

"قصر۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس نے کپڑے ڈھونڈھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں اس گھر کو بہت یاد کر رہا ہوں۔میں چاہتا ہوں آج ہم وہاں جائے۔کچھ دن وہاں گزارے گے تو بہتر محسوس کریں گے۔وہاں کی تمام چیزوں کو چھو کر محسوس

کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔"

وہ ایک انوکھے احساس کے تحت کہہ رہا تھا اور ارمش نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

بالآخر سب ٹھیک ہو رہا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

وہ قصر آج بھی اپنا ویران پن لئے کھڑا تھا۔وہ ویسا ہی بنجر اور سنسان تھا۔واقعی اس کے مکینوں کو کبھی اسے سنوارنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔کیونکہ وہ وہاں جاتے ہی بہت کم تھے۔وہ ان کی پھوپھو نے خریدا تھا۔وہ اکثر اپنی چھٹیاں گزارنے اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آتی تھیں۔تاکہ وہ اپنے بھائی کا دھیان بٹا سکیں۔انہوں نے اپنے بھائی کی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے ارمش سے بھی زیادہ کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اسے کبھی اس کے ماضی کے گرداب سے باہر نہیں لا سکی تھیں۔

پھر ایک دن اسی قصر میں موجود،اپنے کمرے میں،اپنے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے انہوں نے اپنا سر میز پر رکھا اور وہ سر وہیں رکھا رہ گیا۔انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔پنتیس،چالیس سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

لیکن ارمش نے جتنا بھی وقت ان کے ساتھ گزارا اسے وہ اپنی آئیڈیل لگتی تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ کی باتیں اپنی پھوپھو کو بتاتی تھی کیونکہ اسے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا اور جیسے وہ ان کے باپ کو سنبھالتی تھیں اس نے بھی آبان کو ویسے ہی

سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ کبھی آبان کو اپنی پھوپھو کی طرح سائیکاٹرسٹ کے پاس نہیں لے کر گئی تھی۔

وہ دونوں اس گھر میں آج سے دس سال پہلے آئے تھے جب مصطفیٰ صاحب انہیں چھٹیوں میں گھمانے لائے تھے۔اس کے بعد آج تک انہوں نے اس گھر میں قدم نہیں رکھا تھا۔ لیکن پچھلے دنوں میں اپنے ابو کی طرف جانے کے دوران آبان نے ان کے کمرے سے اس گھر کی چابی لے لی تھی۔

وہ دونوں گھر کے باہر آ کر رُکے تو چوکیدار نے دروازہ کھولا۔ معمول کے مطابق اس نے سلاخ دار آہنی گیٹ پر دونوں طرف سفید پھول لا کر لگائے تھے۔وہ دونوں بائک پر ہی آئے تھی۔ باہر اتر کر وہ پیدل چل کر اندر آئے اور سر اٹھا کر اس قصر کو دیکھا۔وہ پہلے سے زیادہ ویران دکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اندر آ کر دونوں ادھر ادھر ہو گئے۔ارمش لاؤنج میں چلی آئی۔بے اختیار اسے قالین کے پاس نیچے بیٹھا اپنا بچپن نظر آیا۔وہ آتش دان کے ساتھ بنی کھڑکی میں

آ کھڑی ہوئی اور باہر نظر آتے جنگل کے درختوں کو دیکھنے لگی۔

دوسری طرف وہ اپنی پھوپھو کے کمرے میں موجود تھا۔ان کے کمرے کی چیزیں آج بھی ویسی ہی ترتیب سے رکھی تھیں۔انہوں نے ان کا سامان وہاں سے نہیں اٹھوایا تھا۔وہ ایک پرانے طرف پر سجا بیڈ روم تھا۔

جس میں سنگل بیڈ کے علاوہ،داخلی دروازے کے سامنے ایک سٹڈی ٹیبل پڑا تھا۔ جواب خالی تھا۔ان کی چیزیں،درازوں میں محفوظ کر دی تھیں۔اس نے سر اٹھا کر بیڈ کے سامنے دیکھا تو ایک خوبصورت تصویر لگی دیکھائی دی۔وہ وہی منظر تھا۔ پارک کا،پیچھے سے کھینچی جانے والی وہ خوبصورت تصویر،آبان اور اس کے والد کی تھی۔اسے یاد تھا وہ تصویر پیچھے سے ان کی پھوپھو نے کھینچی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس نے آگے بڑھ کر میز کا پہلا دراز کھولا۔اس کمرے میں آ کر پرانی صدیوں جیسا احساس ہو رہا تھا۔وہ بھی سامنے قدرت کے بنائے خوبصورت منظر کو دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔دراز میں اوپر ہی ایک ڈائری رکھی تھی۔اس نے اٹھائی اور کھولی۔

اس کا ہر صفحہ سیاہ روشنائی سے پُر تھا۔ وہ وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور کتاب کھولی۔ ہر صفحے پر ان کی اپنی داستان تھی۔ ان کے بھائی کی داستان تھی۔ جس سے انہوں نے سروائیو کیا تھا۔ اس نے سرسری سی نگاہ ہر صفحے پر ڈالی۔ پھر آخری صفحہ کھولا۔ وہاں خوبصورتی سے سیاہ روشنائی میں لکھا گیا تھا۔

"میں نہیں جانتی معاشرے میں یہ چائلڈ ٹراما کب تک زندہ ہے۔ یہ آنے والے بچوں میں منتقل ہوتا ہے اور ہمیں اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ ہماری نوجوان نسل کس طرح کے ذہنی دباؤ کے ساتھ ابھر رہی ہے۔ لیکن میں اتنا جانتی ہوں یہ بہت خطرناک ہے۔ ہمارے بچے اس سے سروائیو نہیں کر پاتے۔ بہت لوگ تنگ آکر خودکشی کر لیتے ہیں جو ہمارے معاشرے کا دوسرا بڑا المیہ ہے۔ میں ان بچوں کو سلام پیش کرتی ہوں جو ایسے ردِ عمل کا شکار ہو کر اپنی روزمرہ کی زندگی کو برقرار رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ خاصا مشکل کام ہے۔ اللہ کرے آگے کی نسل کو ایسے واقعات کا سامنا نا کرنا پڑے۔ میری ان بچوں کیلئے بس ایک ہی دعا ہے۔۔۔

www.novelsclubb.com

اللہ آپ سب کو اس امتحان پر پورا اترنے کی توفیق دے۔۔

فقط

آبش احمد"

اس نے نم آنکھوں سے ڈائری بند کی تو اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی۔

"آبان۔۔۔۔"

وہ مڑا۔ سامنے دروازے کے بیچ و بیچ ارمش کھڑی تھی۔ آبان نے ڈائری والا ہاتھ اٹھایا۔

"پھوپھو کی ڈائری۔۔۔"

وہ قدم قدم چلتی اندر آئی۔

www.novelsclubb.com

"کیوں پڑھ رہے ہو اسے۔ اب تو سب کچھ ٹھیک ہے نا۔۔"

"ہاں میں جانتا ہوں ایمی، سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا کوئی ایسے لوگوں کو سمجھ پائے گا۔ یا ایسے لوگوں کو پاگل کا لقب دے کر ڈاکٹروں کے حوالے کر دیا جائے

گا۔میں نے اپنے باپ کو ایک جملہ کہا تھا اور انہوں نے ماں کو طلاق دے دی۔ میری بہنیں مجھے دو سال کوستی رہیں کہ میری وجہ سے ماں کو طلاق ہوئی۔ایسے لوگ کب چپ کریں گے۔ہم تو نظر انداز کر دیں گے۔لیکن کیا ہمارے دماغ ایسی باتوں کو جھٹک پاتے ہیں۔۔؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔وہ پوچھنا چاہتا تھا۔معاشرے کے ہر فرد سے۔کیوں بولتے ہوئے لوگ اس بات کا احساس نہیں کرتے کہ سامنے کوئی حساس انسان بھی موجود ہو سکتا ہے۔

"دیکھو آبان، سائیکولوجی کہتی ہے۔۔ہم انسان کو ہر طریقے سے اختیار میں کر سکتے ہیں۔ہم پیسے دے کر اس کی خواہشات کو اختیار میں کر سکتے ہیں۔ہم انسان سے بات کر کے اسے اپنے اختیار میں کر سکتے ہیں۔ہم پیسے کا استعمال کر کے اس کی رائے بھی اپنے حق میں کر سکتے ہیں لیکن ہم کبھی انسان کے خیالات کو اپنے اختیار بھی نہیں کر سکتے۔انسان کی سوچیں ہمیشہ آزاد ہیں۔وہ جو سوچنا چاہتا ہے وہی سوچتا

ہے۔ہم ہر چیز بدل سکتے ہیں لیکن کبھی کسی کے خیالات کو نہیں بدل سکتے۔اس لئے اپنی سوچوں میں ہمیشہ آزاد رہنا چاہیے۔مثبت سوچو بس۔۔۔لوگ تو منفی خود بھی سوچتے ہیں اور دوسروں پر بھی اس کے منفی اثرات ڈالتے ہیں۔پھر ایویں ان کی باتوں میں آنے کا فائدہ۔۔۔صرف اپنی زہنی صحت کا نقصان ہے۔۔۔"

وہ اس سے کچھ دور بیڈ پر بیٹھی اسے سمجھا رہی تھی۔وہ ابھی شروع کے زینوں پر تھا۔اسے کافی زہن سازی کی ضرورت تھی اور ارمش اسے ساتھ ساتھ مدد دینا چاہتی تھی۔وہ کمرہ بہت سے الفاظ خود میں دبائے خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی اونچی دیواریں بھی ویران سی تھیں۔باہر کا منظر وہی تھا۔درختوں سے جھڑتے سوکھے پتے اور اونچے لمبے آسمان کو چھوتے وہ درخت۔وہ قدرت کا منظر تھا اور وہ ویسا ہی رہنا تھا۔البتہ کھڑکی کے سامنے بیٹھنے والے اب بدل گئے تھے۔وہ دونوں ابھی بھی کسی بات پر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے،ایک دوسرے کا نظریہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے اور کھڑکی سے باہر نظر آتے ٹھنڈے سورج

www.novelsclubb.com

نے انہیں دیکھتے ہوئے دعا دی کہ خدا انہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے اور دوبارہ معاشرے میں کبھی کوئی مصطفیٰ یا آبان وجود نا پائے۔

ختم شد

(کہانی لکھنے کا مقصد ایسے لوگوں کی ذہنی حالت کی عکاسی کرنا ہے جن کو پاگل کہہ کر لوگ کبھی سمجھ نہیں پاتے۔ کہانی کا اختتام تو ایک مثبت عمل سے ہو گیا کہ آبان کوشش کرے گا۔ لیکن معاشرے میں نشوونما پاتے ایسے دوسروں لوگوں کا کیا۔۔؟ سوچنے کا مقام ہے!)

www.novelsclubb.com